اسلام اور سائنس

(۲)

(از مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط ایڈیٹر اخبار "زمزم")

کتب مقدسہ اور سائنس یہی بشپ گور سائنس کے مقابلہ پر مسیحیت اور کتبِ مقدسہ کی حمایت کرتے کرتے اس قدر آگے بڑھے کہ تمام بائبل کو مشکوک اور غیر قابلِ اعتبار قرار دیدیا۔ فرماتے ہیں

"حقیقت یہ ہے کہ کتاب پیدائش کے ابتدائی ابواب جس میں تخلیق کائنات۔ انسانی پیدائش۔ ہبوط۔ داستان عدن و طوفان مذکور ہے، تاریخی ریکارڈ کی حیثیت نہیں رکھتے، وہ تو محض الہامی افسانے ہیں جن کا مآخذ بنی اسرائیلی روایات ہیں۔ کتاب پیدائش کے علاوہ کتاب سموئیل۔ عزراہ۔ سلاطین۔ نحمیاہ اور کتاب اعدادہ میں جو کچھ بھی بیان ہوا ہے ان کا بیشتر حصہ محض خیالی ہے۔ ان میں تاریخی حقائق بھی ہیں مگر وہ حقائق واقعات کے مطابق نہیں ہیں کیونکہ ان میں ان لوگوں کے خیالات اور نقطۂ نظر کی آمیزش ہے جن کی طرف یہ کتابیں منسوب ہیں علاوہ ازیں عہد عتیق میں ہر قسم کا لٹریچر پایا جاتا ہے اور ان کا بیشتر حصہ ایسے حضرات کا لکھا ہوا ہے جن کے متعلق کچھ معلوم نہیں کہ کون تھے۔ ان میں وہ حصے بھی شامل ہیں جو انبیا کے بعد نامعلوم اشخاص کی وساطت سے داخل کئے گئے۔"[۱]

[۱] بشپ گور صفحہ ۱۶۰

سائنس کی اس سے بڑھ کر اور کیا فتح ہو گی کہ جن الہامی نوشتوں کی آڑ لے کر علماء اور حکماء کو زندہ جلایا گیا تھا انھیں ارکانِ کلیسا نے خود جعلی۔ خیالی تمثیلی غیر واقعی اور غیر تاریخی تسلیم کر لیا، جلنے والے جل کر راکھ ہو گئے مگر ان کے نظریات نے بقا کی دولت حاصل کر کے ایسا بدلہ لیا کہ خود رجال مذہب نے اپنی کتابوں کو آگ لگا دی اور انکشافات کے سامنے احترام کے لئے گردن جھکا دی!

اگر سائنس "مذہب" کی ان قلابازیوں پر قہقہہ لگائے تو حیرت کی کونسی بات ہے! چنانچہ مشہور سائنس داں وائٹ ہیڈ کو کہنا پڑا۔

"دو سو سال تک "مذہب" سائنس کے مقابلہ پر ڈٹا رہا اور اس کی مدافعت میں کھڑا رہا اگرچہ مدافعت بہت ہی کمزور اور غیر قابل اعتنا تھی۔ اسی دوران میں علم وتحقیقات کا سلسلہ بھی جاری رہا اور نئے نئے حالات پیدا ہوتے رہے مگر مذہب کی طرف سے نظر ثانی کی ضرورت محسوس کی گئی اور ان میں یا تو تغیر و تبدل کیا گیا یا ان کی تشریح ایسی کی گئی جس سے مذہب کا دامن کسی حد تک بچا رہا۔ اس کے بعد جب حامیانِ مذہب کی جدید نسل پیدا ہوئی تو اس نے مذہب میں تغیر و تبدل کا خیر مقدم کیا۔ اس مسلسل رجعت اور پسپائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے منکرین مذہب کی علمی مرجعیت و مقبولیت کو بیخ و بُن سے اکھاڑ کر پھینکدیا[1]"

عیسائیت پر دوسرا حملہ	عیسائیت پر پہلا حملہ سائنس نے کیا اور اسے کھلے میدان میں شکست دی

دوسرا حملہ عیسائیت کے تن نیم جان پر ریسرچ اور تحقیقات کی طرف سے ہوا اور اس حملہ نے "مذہب" کی جان تک نکال ڈالی۔ پہلے حملہ میں مسیحیت کی پوزیشن کچھ جارحانہ اور کچھ مدافعانہ تھی

[1] "Science & the Modern World" صفحہ ۲۱۸

پھراس دوسرے حملہ میں اس کا ایسا محاصرہ ہوا کہ وہ دفاع وحفاظت کے سوا اور کچھ نہ کرسکی اور تحقیقات کی گولہ باری نے اس کا قلعہ بالکل ہی مسمار کرڈالا۔

اس حملہ میں علمار اور محققین کی جماعت نے کتب مقدسہ کے ایک ایک حرف پر نظر ڈال کر داخلی شہادتیں فراہم کیں۔ ان کی ادبیات پر غیر جانبداری کے ساتھ بحث کی۔ ان کی روایات کی چھان بین کرکے ان کا رعب دلوں سے زائل کیا۔ ان کے مصنفین کا پتہ لگایا۔ ان کا زمانہ تصنیف معلوم کیا اور جائزہ لینے کے بعد علمار ہی کو نہیں بلکہ علم ودانش تحقیق وبصیرت کو فیصلہ کرنا پڑا کہ کتب مقدسہ۔ عہد عتیق وجدید۔ الہامی توکجا تاریخی حیثیت سے بھی ناقابل استناد اور ساقط الاعتبار ہیں

ان حملہ آوروں میں نمایاں امتیاز ڈاوڈ سٹراس (David Strauss) کو حاصل ہے۔ اس نے ۱۸۳۵ء میں کتاب "حیات مسیح" لکھ کر تمام کلیسا کو دعوت فکردی اور ایک ایسی جماعت پیدا کردی جس نے کلیسا کی اینٹ سے اینٹ بجادی! سٹراس کے بعد اور ڈارون کی کتاب "اصل الانواع" کی اشاعت سے کچھ ہی پہلے جرمن محقق رینان (Renan) نے "حیات مسیح" لکھ کر عہد جدید پر تاریخی اور علمی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی اور پھر ۱۸۳۱ء اور ۱۸۶۰ء کے درمیان فرڈی نند بور (Frdinand Baur) نے عہد جدید کی ادبیات پر ایسی سخت اور شدید نکتہ چینی کی کہ یورپ کا علمی اور ادبی طبقہ مسیحیت سے یکسر منحرف ہوگیا اور کلیسا آج تک اس عظیم نقصان کی تلافی نہ کرسکی۔

ان کے بعد جرمنی کے ایک اور عالم البرٹ سوٹزر (Albert Schweitzer) نے ایک بلند پایہ اور جامع کتاب[۵] لکھی جس کی نسبت علمار ومحققین کی متفقہ رائے ہے کہ مسیحیت اور اس کے سرچشمہ کے متعلق آج تک ایسی محققانہ کتاب نہیں لکھی گئی۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں جرمانی ادبیات کے

---

۵ اس کتاب کا نام یہ ہے ——— "The Quest of The Historical Jesus"

ماہر رئیڈ (Wrede.) نے بھی اس طرز کی کتاب[1] شائع کی۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر گلوور (Glover) ڈاکٹر رشڈل (Rashdall.) اور ڈاکٹر کرسوپ لیک (Kirsopp Lake.) نے قلم اٹھایا اور کتب مقدسہ اور مسیحی روایات کے نیچے ایسا ڈائنامیٹ بچھا دیا جس نے مسیحیت کی شانِ تقدس کا نام و نشان تک مٹا ڈالا۔

تیسرا حملہ سائنس نے عیسائیت پر جو تیسرا حملہ کیا وہ پہلے دو حملوں سے زیادہ سخت اور کامیاب ثابت ہوا۔ مطالعہ تقابل مذاہب (Comperaline study of Religions.) نے یہ حقیقت آفتاب کی طرح واضح اور روشن کر دی کہ عیسائیت کے اصول و عقائد۔ نظریات و خیالات تامتر قدیم خرافات اور بت پرست اقوام کے رسم و رواج سے ماخوذ ہیں۔ بائبل کا قانون اخلاق قانون تعزیر۔ قانون معیشت و معاشرت اور قانون سیاست کا سرچشمہ اشوری اور حمورابی قوانین ہیں[2] ان قوانین میں بہت سی دفعات مہذب اور قابل قبول ہیں اور بہت سی ناقابل تسلیم اور ناقابلِ عمل؛ مسیحی عقائد و نظریات از اول تا آخر بت پرست قوموں کے قدیم سرمایہ سے ماخوذ ہیں اور عہد بہ عہد ان میں ترمیم و نسیخ ہوتی جا رہی ہے،

مقابلۂ مذاہب کی سائنس پر سب سے پہلے میکس مولر نے توجہ دی اور اس علم کو مستقل بنا کر کتب مقدسہ کو اس کی روشنی میں جانچا اور پرکھا۔ میکس مولر نے انتہائی تحقیق کے ساتھ یہ دریافت کیا کہ مختلف زمانوں میں مختلف سنوں اور قوموں میں کیا کیا رسم و رواج۔ عادات اور خیالات موجود تھے۔ اس علم کی بدولت مصر قدیم۔ بابل۔ اشور۔ ہندوستان۔ افریقہ کے مخفی خزانوں کا پتہ لگایا گیا اور ماہرین آثار قدیمہ نے زمینیں کھود کھود وہ آثار و اطلال اور وہ کتبے اور نقشے برآمد کیے جن سے مسیحی

[1] یعنی "Messianic secret in the gospels"

[2] کلپرک ایڈورڈ "The World's Earliest laws" صفحہ ۱۱۴ تا ۱۳۳

عقائد و خیالات کی حقیقت کھل گئی اور دنیا کو تسلیم کر لینا پڑا کہ خدا کے اکلوتے فرزند کا انسانی شکل میں ظاہر ہونا۔ اس کا کنواری عورت کے بطن سے پیدا ہونا۔ مخلوق کے گناہوں کی خاطر اسکا مصلوب ہونا۔ مصلوب ہونے کے بعد اس پر عورتوں کا نوحہ کرنا۔ تیسرے روز قبر میں سے جی اٹھنا شراب اور روٹی کی شکل میں اس کے گوشت اور خون کا بطور یادگار باقی رہنا اور ایسٹر اور کرسمس ڈے کی طرح ہر سال اس کی زندگی اور موت کی تقریب منانا۔ تمامتر قدیم خرافات اور بت پرستانہ عقائد سے ماخوذ ہیں۔

میکس مولر کے بعد جے۔ جی فریزر (Frazer) نے مشہور عالم کتاب[لہ] لکھ کر مطالعہ مذاہب کی سائنس کو پائدار بنیادوں پر قائم کر دیا جس کے بعد نہ صرف یورپ کے پڑھے لکھے امراء کی بلکہ کلیسا کے مقدس ارکان اور رجال مذہب کی آنکھیں کھل گئیں اور کلیسا نے اس کے مقابلہ میں ایسی شکست کھائی کہ آج تک اس کے ارتجاعی عمل کا تصور نہ کر سکی۔ مطالعہ مذہب کی سائنس نے اب یہ بات عام طور پر ثابت کر دی ہے کہ عیسائیت کے پاس اپنا کچھ نہیں ہے۔ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ سب مشرکانہ اور بت پرستانہ خیالات کا مجموعہ ہے جو قدیم اقوام سے ورثتاً اسے ملا ہے[ٹہ]۔

یہ موضوع جس قدر اہم اور دلچسپ ہے اسی قدر وسیع بھی ہے ہم ناظرین کرام سے سفارش

لہ جے۔ جی فریزر۔ (A study in the History of oriental Religion.

ٹہ مطالعہ مذاہب کی جس سائنس نے عیسائیت کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینکا اسی سائنس نے اسلام کی صداقت پر مہر بھی لگا دی! مدت کی تحقیقات اور چھان بین کے بعد محققین کو پتہ لگا کہ مسیحیت کا سرچشمہ کہاں ہے مگر قرآن کریم نے تیرہ سو سال پہلے اعلان کر دیا تھا کہ یضاھون قول الذین کفروا من قبل (نصاریٰ تو اپنے سے پہلے کفار کی نقل کر رہے ہیں!) گویا قرآن کریم ہر زمانہ میں سائنس اور تحقیقات سے آگے ہی نظر آتا ہے۔ منہ ۱۲

کریں گے کہ وہ پوری بصیرت حاصل کرنے کے لئے محققین کی تحقیقات کی طرف رجوع کریں۔[ا]

پسپائی کا ایک نیا محاذ یہ واضح ہوگیا کہ سائنس "مذہب" کے مقابلہ میں زندہ اور ترقی پذیر رہی اور مسیحیت نے عارضی فتح پانے کے بعد اس کے سامنے نہایت ذلت کے ساتھ شکست کھائی۔ سائنس نے کہا کہ علم اور "مذہب" کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔ "مذہب" (مسیحیت) نے ہزیمت اُٹھانے کے بعد اعلان کیا کہ مذہب اور سائنس میں سرے سے کوئی تصادم ہی نہیں ہے! سائنس کے تجربات اپنی جگہ قائم رہے اور مسیحیت نے بالآخر انہیں تسلیم کرکے ہمیشہ کے لئے ہتھیار ڈال دیئے اور نہ صرف ہتھیار ہی ڈال دیئے بلکہ سائنس کی خاطر کتب مقدسہ کو مشکوک اور ساقط الاعتبار قرار دیدیا اور ان مضامین کو جو سائنس کے خلاف معلوم ہوتے تھے کہیں تمثالی اور خیالی قرار دیا اور کہیں کہہ دیا کہ ان کا الہام سے تعلق نہیں بلکہ وہ بے سروپا روایات ہیں جو اسرائیلیات اور خرافات سے جمع کرلی گئی ہیں! سائنس نے جن تین محاذوں سے مذہب پر حملہ کیا تھا اس کا منشا صرف اتنا تھا کہ مسیحیت کا پورا علم کلام غلط، مشکوک اور غیر واقعی ثابت ہوجائے اور سائنس کے مشاہدات کے مقابلہ پر اس کا چراغ روشن نہ ہو سکے۔ چنانچہ سائنس کا مقصد پورا ہوا اور "مذہب" ہر حملہ کے بعد اپنی غلطی کا اعتراف کرتا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسیحیت کے جس قلعہ کو ناقابل تسخیر تصور کیا جاتا تھا وہ بیت عنکبوت بن کر رہ گیا۔

کنٹربری اور یارک کے بشپوں نے ۱۹۲۲ء میں ایک کمیٹی اس غرض کیلئے مقرر کی تھی کہ وہ عام مسیحی عقائد کے بارے میں تحقیقات کرکے اپنی رپورٹ پیش کرے اور یہ بتائے کہ علمی اور تحقیقی دنیا میں کتب مقدسہ (بائبل) کی پوزیشن کیا ہے۔ جنوری ۱۹۳۸ء میں کمیٹی مذکورہ نے اپنی

[ا] مثلاً جے۔ ایم رابرٹسن کی کتاب ("Pagan christs.") یا ڈیویلین فلپ کی کتاب ("Progressive Revelation.") اور فریزر کی ضخیم مذکورہ کتاب منہ ۱۲

رپورٹ پیش کردی اس نے اپنے فیصلہ میں جو کچھ لکھا ہے اس کا اختصار یہ ہے کہ

"بائبل کو کسی اعتبار سے بھی معصوم اور غلطیوں سے مبرا قرار نہیں دیا جا سکتا انجیل کامل کتاب نہیں ہے وہ صرف مسیح کے سوانح حیات پر مشتمل ہے جو عرصہ گزر جانے کے بعد مختلف ہاتھوں سے قلم بند کئے گئے ہیں۔ ولادت مسیح کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ ناقابل اعتبار اور غیر معقول ہے۔ مرنے کے بعد مسیح کا دوبارہ جی اٹھنا بھی سرتاسر غلط ہے۔ مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا بھی معتبر ذرائع سے ثابت نہیں اور یہ واقعہ کبھی معرض ظہور میں نہیں آیا۔ غرض انجیل میں مسیح کی صلیب دیئے جانے اور مردوں میں سے جی اٹھنے کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ واقعہ کے خلاف ہے۔ کتاب پیدائش میں تخلیق کائنات کی جو صورت پیش کی گئی ہے اس پر کوئی اعتراض نہ ہو مگر تعلیم یافتہ مسیحیوں کا خیال ہے کہ صرف خرافاتی افسانہ ہے اور ان کے لئے اس کی حیثیت بس اتنی ہی ہے کہ یہ افسانہ کتاب پیدائش میں درج ہے جو تاریخی واقعہ سے کلی منافات رکھتا ہے[۵]"

فرمایئے! سائنس کا منشا اس سے زیادہ اور کیا تھا کہ کتب مقدسہ غیر الہامی۔ غیر واقعی اور غلط ثابت ہو جائیں۔ وہ خود اپنی جگہ کوہ استقامت بن کر کھڑی رہی اور مسیحیت نے اپنی گردن اپنے ہاتھوں سے کاٹ کر پھینکدی! یہ ہے "مذہب" اور سائنس کا تصادم و معرکہ جسے غلطی سے اسلام اور سائنس کا معرکہ سمجھ لیا گیا ہے۔

کلیسا کے فیصلے | اگرچہ سطور محولہ بالا سے ہمارا مقصد بالکل واضح ہو گیا ہے مگر سائنس کے مقابلہ میں چونکہ مسیحیت کی شکست کی داستان نہایت دلچسپ ہے اس لئے ہم سائنس کے خلاف کلیسا اور پوپ

۵؎ ریوٹر کا تار مندرجہ اسٹیٹسمین مورخہ ۱۵ر جنوری ۱۹۳۸ء و بمبئی کرانیکل مورخہ ۱۵ر جنوری ۱۹۳۸ء و ہندوستان ٹائمز (دہلی) مورخہ ۱۵ر جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۲

کے فیصلوں اور عدالتی کارروائیوں پر بھی ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ مسیحیت کی شکست ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے جس سے انکار و انحراف کی مسیحی دنیا کو جرأت نہیں ہو سکتی اس داستان سرائی سے بھی ہمارا مقصد بس یہی ہے کہ سائنس کے مقابلہ پر مسیحیت نے شکست کھائی اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے علوم و حقائق اور جدید اکتشافات کو آگے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا موقعہ دیا۔

گلیلیو کو پاپائے روم کے حکم سے اس بنا پر گرفتار کیا گیا کہ اس کی تحقیق کے مطابق آفتاب مرکز کائنات ہے اور زمین دیگر سیاروں کی طرح ان کے گرد گھومتی ہے۔ سنہ ۱۶۱۵ء میں گلیلیو کو روم کی مذہبی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا اور قبل اس کے کہ تحقیقات شروع ہو اور اس فلکی کو اس کے جرم کی سزا ملے، محکمۂ احتساب کے ارکان کو ہدایت کی گئی کہ وہ گلیلیو کے ان نظریات کی چھان بین کرے جن پر اس کی کتاب مشتمل ہے۔ چنانچہ مقدس ارکان نے ایک ماہ کی تحقیقات کے بعد ذیل کا فیصلہ صادر فرمایا۔

"پہلا قضیہ کہ آفتاب مرکز کائنات ہے اور وہ زمین کے گرد گردش نہیں کرتا بداہت کے خلاف اور لاہوتی قضایا کے منافی ہے اور چونکہ کتاب مقدس (توراۃ) کے بھی خلاف ہے اس لئے وہ بدعت ہے۔

دوسرا قضیہ کہ زمین مرکز کائنات نہیں ہے اور وہ آفتاب کے گرد گھومتی ہے بداہت اور فلسفہ (؟) کے خلاف ہے اور معتقدات صحیح سے کلی منافات رکھتا ہے"[1]

اس فیصلہ کے بعد پوپ پولس خاص نے پھر حکم دیا کہ گلیلیو کو محکمہ احتساب کے سامنے جوابدہی کے لئے پیش کیا جائے اگر وہ اپنی رائے فاسد سے رجوع نہ کرے تو اسے زندان میں

[1] ڈکسن وائٹ ر "Between Religion and Knowlege" فصل ۳ ص ۶۹

وس کرکے طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ چنانچہ محکمہ احتساب کے جج بیلارمن "Bellarman" نے گلیلیو کو ہدایت کی کہ وہ اپنی غلطی کا کھلے الفاظ میں اعتراف کرے مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنا توبہ نامہ محکمہ احتساب کے سامنے پیش کردے۔

"میں مقدس پوپ اور ان کے احکام کے نام پر اس اعتقاد سے کہ آفتاب مرکز کائنات ہے اور غیر متحرک ہے اور زمین حرکت کرتی ہے خلوص دل سے توبہ کرتا ہوں میں اپنی رائے کسی کے سامنے پیش نہیں کروں گا اور تحریری و تقریری طور پر اس کی اشاعت سے محترز رہوں گا"[1]

۱۶۶۴ء میں پوپ الگزنڈر سابع نے کوپرنیکس اور گلیلیو کی کتاب کو اس سیاہ فہرست ں جگہ دی جس کتب مقدسہ کے خلاف تحریرات کو درج کرکے ان پر حرمت کا فتویٰ لگایا جاتا ہے پوپ کلیسا اور محکمہ تفتیش نے کوپرنیکس اور گلیلیو پر جو الزامات عائد کئے تھے ان میں صاف صریح موجود ہے کہ ان ملحدین کے خیالات و نظریات نصوصِ توراۃ اور کلیسائی معتقدات کے خلاف یں اور اس لئے ان کی کتابوں کو خلاف مذہب اور ان ملحدین کو منکرین مذہب قرار دیا جاتا ہے ذرا ان فیصلوں اور فتووں کا زور دیکھئے اور پھر "مذہب" کی پسپائی اور سائنس کی فتح بین بھی ملاحظہ فرمائیے! سترھویں صدی میں خود پادریوں نے پوپ اور کلیسا کے فیصلوں میں اویلیں شروع کردیں اور دنیا کو یہ کہہ کر دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ ان فیصلوں کا مذہب اور راۃ سے کوئی تعلق نہ تھا!۔

ولیں | اس باب میں اربابِ "مذہب" نے پہلی تاویل یہ کی کہ گلیلیو کو اس لئے سزا نہیں دی گئی تھی کہ وہ زمین کی حرکت کا قائل تھا بلکہ وہ پاپائیت کی بارگاہ میں اس لئے معتوب ہوا کہ اس نے

[1] دکسن وائٹ (Between religion and Knowlege) فصل ۳ صفحہ ۶۹

اپنے نظریہ کو توراۃ سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی! اگر قدڈیکان کی خفیہ دستاویزاور مذہبی فیصلے یورپ کے اہل علم نے شائع نہ کردئے ہوتے تو شاید یہ تاویل کچھ مدت کے لئے لوگوں کو فریب میں مبتلا کردیتی مگر ان کی اشاعت کے بعد اس قسم کی بات بنانا اس جماعت کا کام ہو سکتا ہے جو اپنے حریف سے ذلت کے ساتھ شکست کھا چکی ہو! محکمہ احتساب کے فیصلہ میں صاف لکھا ہے کہ دورانِ ارض کا نظریہ اس لئے باطل ہے کہ وہ نصوص توراۃ کے منافی ہے گلیلیو سے جن الفاظ میں توبہ کرائی گئی اس کا منشا بھی یہی تھا کہ حرکت زمین کا نظریہ مذہبی معتقدات کے منافی ہے! مگر سترھویں صدی میں جب پادریوں کو ندامت دامنگیر ہوئی اور علمی انکشافات کے سامنے مذہب کی دال گلتی نظر نہ آئی تو یہ تاویل گھڑی کہ گلیلیو اپنے نظریات کو کتب مقدسہ سے ثابت کرنا چاہتا تھا

ارکانِ مذہب نے جب دیکھا کہ محکمہ احتساب کے خوفناک فیصلے منظر عام پر آگئے ہیں اور ان کے سامنے اس قسم کی تاویل شکست کا کھلا اعتراف ہے تو انھوں نے ایک دوسری ہی تاویل گھڑ ڈالی۔ انھوں نے فرمایا کہ گلیلیو کو اس لئے سزا دی گئی تھی کہ اس کے دل میں پوپ کا احترام نہ تھا۔ گویا گلیلیو کا معاملہ ذاتی معاملہ تھا مذہب اور علم کی جنگ نہ تھی! ظاہر ہے کہ یہ تاویل بھی اعتراف شکست کے مترادف ہے جس پر آنے والی نسلوں کو دل کھول کر ہنسنے اور مذاق اڑانے کا موقعہ ملا۔

اس سلسلہ میں تیسری تاویل بھی قابل ملاحظہ ہے اس میں فرمایا گیا ہے کہ گلیلیو کو پوپ یا کلیسا کے حکم سے نہیں بلکہ محکمہ احتساب کے حکم سے سزا دی گئی تھی اور پوپ اور کلیسا کو اسکے فیصلوں کی خبر تک نہ تھی! مطلب یہ ہے کہ یہ معرکہ علم اور مذہب کے درمیان نہ تھا بلکہ علم اور محکمہ عدالت کے درمیان تھا جس سے کلیسا کو کوئی تعلق نہیں! حالانکہ سولہویں اور سترھویں صدی کے تمام اکابر کلیسا نے یہ حقیقت تسلیم کی ہے کہ گلیلیو کے خلاف فیصلہ کی قرارداد پوپ اور کلیسا

نام سے مرتب کی گئی تھی۔ خود پوپ اربن ہشتم نے اعلان کیا تھا کہ ۱۶۱۶ء کا فیصلہ پوپس
مس اور کلیسا کے حکم سے صادر کیا گیا تھا اور ۱۶۳۳ء کے فیصلہ میں اس کا اور کلیسا دونوں کا ہاتھ
تھا۔ اسی طرح پوپ الگزینڈر ہفتم نے کئی بار اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ ۱۶۶۴ء کا فیصلہ خود اس
کے حکم سے صادر کیا گیا تھا!

آخر ان تاویلات کی پول بھی ایک کیتھولک پادری کو کھولنی پڑی۔ ریورنڈ رابرٹس
) نے قصر ڈیکان کے فیصلوں کو شائع کرتے ہوئے اعلان کیا۔

"وقت آگیا ہے کہ کھینچا تانی کے بغیر حق کا اعتراف کر لیا جائے کیونکہ حقایق ظاہر ہونے کے بعد دروغ بافیوں اور فریب کاریوں کا بازار سرد پڑ جائے گا حقیقت یہ ہے کہ پوپوں کی سلطنت اور کلیسا کے اقتدار نے حرکت زمین کے خلاف تمام جائز اور ناجائز طریقے استعمال کئے، ہم آج کلیسا کے فیصلوں کی موجودگی میں شرم وندامت کے مارے سر بھی نہیں اٹھا سکتے[1]"

ایک طرف مقام عصمت (پاپائیت) اور اس کے فیصلے ہیں دوسری طرف ندامت
ہے تاویلیں ہیں اور سائنس کھڑی ہنس رہی ہے کہ آخر مذہب نے چار و ناچار اپنی شکست کا
اعتراف کر ہی لیا اور کلیسا کو سائنس کے مقابلہ پر ہتھیار ڈالتے ہی بنی!۔

جس وقت کھلے طور پر اعتراف کر لیا گیا کہ علم کی مخالفت کی ذمہ داری تمامتر پوپوں
کے سر عائد ہوتی ہے تو ساتھ ہی یہ سوال بھی پیدا ہوا کہ پوپ کا مقام تو عصمت اور بیگناہی کا
مقام ہے پھر انہوں نے کیوں غلط فیصلے صادر کئے اور علم کی مخالفت کر کے کیوں کلیسا کو ذلیل و رسوا
کیا؟ یہ سوال پیدا ہوتے ہی کیتھولک حلقوں کا ایمان متزلزل ہو گیا اور پوپ کی عصمت کو ایسا

[1] ڈکسن وائٹ کی کتاب "مذہب و علم کا معرکہ"، صفحہ ۱۱۸ - ۱۲

دھکا لگا کہ اسے پھر سنبھلنے کا موقعہ نہ ملا اور سائنس کو اس راہ سے بھی زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔

انگلستان کا کارنامہ اس ذیل میں ہم انگلستان کی عدالتوں کے چند فیصلوں پر بھی نظر ڈالنا چاہتے ہیں اور ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ علم کو اپنی جگہ سے کبھی ہلنے کا موقعہ نہ ملا مذہب نے ہر قدم پر ٹھوکر کھائی اور ہر محاذ پر اسے شکست اُٹھانی پڑی۔ اور شکست کا سوال پیدا ہی وہاں ہو سکتا ہے جہاں دو طاقتوں میں تصادم ہو، لہذا مسیحیت اور علم کا تصادم ہوا اور مسیحیت نے اپنے حریف کے مقابلہ پر ہزیمت اٹھائی۔ اسلام نہ کبھی مقابلہ پر آیا اور نہ شکست کا سوال پیدا ہوا۔ معرکہ ہوا مسیحیت اور علم کے درمیان جس میں مسیحیت پسپا ہوئی اور سائنس نے فتح و کامرانی حاصل کی۔

انگلستان میں ۱۳۲۵ء سے ۱۹۱۲ء تک قانون الحاد و ارتداد کے ماتحت جس قدر مقدمات آزاد خیال علماء پر چلائے گئے اور جس بے دردی کے ساتھ انھیں سنگین اور شدید سزائیں دی گئیں اس کی نظیر شاید کسی دوسرے ملک میں تلاش کرنے پر بھی نہ ملے گی۔ ۱۹۱۲ء کے بعد جب قانون الحاد کی تنسیخ عمل میں آئی اور ضمیر کی آزادی کا اعلان ہوا تو کہیں جاکر علماء و حکماء نے اطمینان کا سانس لیا۔ قانون الحاد کے ماتحت جس قدر بھی مقدمات چلائے گئے اور عہد بہ عہد ججوں نے شرمندہ ہو کر جو قلابازیاں کھائیں ان پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ علم و سائنس نے "مذہب" کو کس ذلت کے ساتھ شکست دی ہے اور مسیحیت اپنی غلطیوں کا احساس کر کے کس طرح علم و حکمت کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوئی ہے!

۱۶۷۶ء میں ایک شخص ٹیلر کے خلاف سر میتھیو ہیل کی عدالت میں قانون الحاد کے ماتحت مقدمہ چلایا گیا۔ ٹیلر کے خلاف الزام یہ تھا کہ اس نے حضرت مسیح اور انجیل مقدس کی شان میں گستاخی کی تھی اور دانستہ قانون الحاد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے الحاد و زندقہ کی راہ پر قدم مارا تھا۔ فاضل جج سر ہیل نے ملزم کو سزا دیتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا:-

"ملزم نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ نہ صرف ملحدانہ اور مفسدانہ ہیں بلکہ قانون اور حکومت کے بھی خلاف ہیں اور اس لئے ملزم اس قابل ہے کہ اسے عبرتناک سزا دی جائے۔ انگلستان کا قانون مسیحی قانون ہے اور مسیحیت کی حمایت اس قانون کا منشا ہے۔ ملزم کی رائے چونکہ مسیحی عقائد و مسلمات کے منافی ہے اس لئے وہ قابل سزا ہے[1]"

اس واقعہ سے ٹھیک پچاس سال بعد ۱۷۲۸ء میں تھامس وولسٹن کے خلاف یہ الزام عائد کیا گیا کہ اس نے انجیل کی بعض آیات کی ایسی تشریح کی ہے جو سرتاسر ملحدانہ ہے۔ چنانچہ اس پر لارڈ ریمانڈ کی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا اور فاضل جج نے ملزم کو مجرم گردانتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ چونکہ انگلستان کا قانون مسیحی قانون ہے اس لئے ملزم کو سزا ضرور ملنی چاہیے[2]

اس طرح ۱۷۴۵ء میں ایک یہودی کے خلاف اس بنا پر مقدمہ چلایا گیا کہ اس نے تورات کی تعلیم کے لئے بارہ سو پونڈ وقف کر دیئے تھے! فاضل جج لارڈ ہارڈ ویک نے اپنے فیصلہ میں لکھا۔

"بارہ سو پونڈ کا وقف، مسیحی مذہب برداشت نہیں کر سکتا۔ اس وقف سے یہودیت کی اشاعت کی جائے گی اور، چونکہ انگلستان کا قانون خدائی قانون ہے لہذا ملزم قابلِ سزا ہے[3]"

غرض ۱۶۰۰ء سے ۱۸۰۰ء تک قانون الحاد کے تحت جس قدر مقدمات عدالتوں میں دائر ہوئے ان سب میں فاضل ججوں نے دو باتوں کا کھلے الفاظ میں اعتراف کیا۔

---

[1] ایچ برڈ ابونر "Penaltis upon opinion." صفحہ ۳۱

[2] " " " " " " صفحہ ۳۴

[3] " " " " " " صفحہ ۳۵

(۱) انگلستان کا قانون مسیحی اور خدائی قانون ہے اور اس کی خلاف ورزی مسیحیت سے انحراف کے مرادف ہے۔

(۲) ملزموں کی رائے اور عقیدہ مسیحی تعلیم کے خلاف ہے لہذا وہ ملحد اور قابل سزا ہیں۔

عدالتوں کے فیصلے

سائنس اور علم کو چونکہ مظفر و منصور ہونا تھا اس لئے انگلستان کے مذہبی اور قانونی فیصلوں میں تغیر رونما ہوا اور مذہب نے شکست کھانے کے لئے تیاری شروع کر دی۔

۱۸۸۳ء میں تین اشخاص بریڈلا۔ فوٹ اور ریمزے کے خلاف اس الزام میں مقدمہ چلایا گیا کہ انھوں نے اخبار "فری تھنکر" میں چند ملحدانہ مضامین شائع کئے تھے مقدمہ کی سماعت کوئینز بنچ میں لارڈ چیف جسٹس کالرج (Coleridge) نے کی۔ لارڈ موصوف پر زمانہ کا اثر پڑ چکا تھا وہ سمجھتے تھے کہ آزادی رائے پر قانون الحاد کے ماتحت مقدمات کی سماعت نہ صرف ان کی شان کے خلاف ہے بلکہ کلیسا اور مسیحی نظام کے لئے روسیاہی کا موجب بھی ہے۔ آپ نے سرکاری وکیل کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

"کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ ایک مسیحی مذہب کا منکر (مثلاً یہودی) عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر قانون الحاد کے ماتحت ملحدین کو سزا دے سکتا ہے حالانکہ سزا دینے والا خود مسیحیت کا منکر ہے! کیا قانون الحاد کی اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور تضحیک ہو سکتی ہے[۱]"

آخر طول طویل بحث و تمحیص کے بعد فاضل جج نے تسلیم کیا کہ ملزمین قابل سزا ہیں اسلئے نہیں کہ انھوں نے ملحدانہ مضامین شائع کئے بلکہ اس لئے کہ ان کی اشاعت کا طریقہ غلط تھا! یعنی قانون الحاد کی زد میں طریقہ (Manner.) آتا ہے۔ نفس مضمون (Matter.) نہیں آتا!

۱۹۰۸ء میں ایک شخص ہنری بولٹر کے خلاف ہائی بری کورنر میں ملحدانہ تقریر کرنے کے

۱ــــــــــ ("Penalties upon opinion.") صفحہ ۱۰۳

خلاف جسٹس فلی مور کی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ ۱۹۱۱ء میں تھامس ولیم اسٹوراٹ کے خلاف وکٹوریہ اسکوائر میں زندیقانہ تقریر کرنے کے الزام میں جسٹس ہورج کی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا اسی طرح ۱۹۱۲ء میں مسٹر اسٹیفن کے خلاف کالج اسکوائر میں تقریر کرنے کے جرم میں استغاثہ دائر کیا گیا جس کی سماعت جسٹس ایلڈن نکس نے کی ان تین مشہور مقدمات میں فاضل ججوں نے ملزموں کے خلاف فیصلہ صادر کرتے ہوئے اعلان کیا۔

"ایک شخص مذہب پر حملہ کرتے ہوئے بھی جرم الحاد کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ ضروری نہیں کہ جو شخص مذہب کے بعض نظریات پر حملہ آور ہو وہ ملحد بھی ہو اور اس پر قانون الحاد کے ماتحت مقدمہ بھی چلایا جائے۔ ہر شخص مذہبی معاملات میں آزادی کے ساتھ گفتگو کرنے کا مجاز و حقدار ہے۔ البتہ اسے اپنی حدود متعین کرلینی چاہئیں اور اسے اس مقام کو فراموش نہ کردینا چاہیے جہاں وہ گفتگو کر رہا ہے اور نہ ان سامعین کو نظر انداز کرنا چاہیے جن کے جذبات کو ٹھیس لگنے کا امکان ہے۔"[1]

غور فرمایئے کہ علم و حکمت سے مرعوبیت اور مذہب کی شکست کا یہ کتنا عبرتناک نظارہ ہے کہ انگلستان کی عدالتوں کے فاضل جج قانون الحاد کو شرمندگی اور ندامت کے ساتھ استعمال فرما رہے ہیں۔

(۱) ۱۶۷۶ء میں سر ہیل نے۔ ۱۷۲۸ء و ۱۷۴۵ء میں تھامس وولسٹن اور لارڈ ہاردیک نے اپنے فیصلوں میں لکھا کہ چونکہ ملزم کی رائے اور عقیدہ مسیحی تعلیم کے خلاف ہے لہٰذا وہ قابل سزا ہے

(۲) ۱۸۸۳ء میں جسٹس کالرج نے فیصلہ صادر کرتے ہوئے پہلی بار انگلستان کو آگاہ کیا کہ قانون الحاد کے ماتحت ملزم کو سزا اس لئے دی جاتی ہے کہ اس نے اظہار رائے کیلئے غلط طریقہ

[1] "Penalties upon opinion" صفحہ ۱۲۲

استعمال کیا تھا۔ اس لئے سزا نہیں دی گئی کہ اس کی رائے مذہب کے خلاف تھی)

(۳) ۱۹۰۸ء ۱۹۱۱ء اور ۱۹۱۲ء میں جسٹس فلی مور جسٹس ہورج اور جسٹس ایلڈن بنکس نے یہ فیصلے صادر فرمائے کہ نہ تو مذہب کے خلاف کسی رائے کا اختیار کرنا جرم ہے اور نہ کسی خاص طریقہ سے اظہار رائے خلاف قانون ہے بلکہ اصل جرم یہ ہے کہ مقام اور ماحول کو نظر انداز کر دیا جائے!

گویا پہلے رائے اور خیال کو جرم قرار دیا گیا پھر آزادی رائے کو طریقہ کی طرف منتقل کیا گیا اور آخر میں طریقہ کو بھی مقام اور ماحول میں تبدیل کر دیا گیا! یہ سب کچھ علم و حکمت اور ضمیر کی آزادی کی خاطر ہوا اور اس طرح سائنس کو کامیابی اور فتحمندی حاصل ہوئی اور مسیحیت کو ہزیمت اور شکست اٹھانی پڑی!

نتائج اگرچہ یہ بحث ابھی تشنہ تکمیل ہے مگر اس حقیقت کی جانچ پڑتال کے لئے کافی ہو کہ مذہب اور سائنس میں معرکہ سے مراد مسیحیت اور سائنس کا تصادم ہے اسلام اور سائنس کی جنگ نہیں ہو کیونکہ

(۱) مسیحیت اور کلیسا نے ہی علوم و اکتشافات کا مقابلہ کیا اور انہیں کتب مقدسہ کے منافی قرار دیا۔

(۲) یورپ کے علماء اور محققین نے علم کے ہر شعبہ پر بحث کرتے ہوئے مسیحیت اور اُس کے عقائد و رسوم پر ضرب لگائی اور صاف الفاظ میں اعلان کیا کہ سائنس مسیحیت کے جہل اور کلیسا کے جمود کا ردِ عمل ہے۔

(۳) پوپ اور کلیسا اور محکمہ احتساب ہی نے سینکڑوں بلکہ ہزاروں علماء و حکماء کو قتل کیا یا زندہ جلایا اور ہزاروں کی جانیں شکنجوں میں کس کر نکالیں۔

(۴) علم و دانش اور سائنس و اکتشافات اپنی جگہ پر قائم رہے اور مسیحیت کو ان کے لئے جگہ خالی کرنی پڑی مسیحیت نے سائنس کے مقابلہ پر شکست کا اعتراف کیا اور اس کیلئے تین طریقے اختیار کئے۔

(۴) سائنس اور مسیحیت میں کوئی معرکہ اور تصادم نہیں ہے حالانکہ سائنس آج بھی پکار کر اعلان کر رہی ہے کہ "مذہب" اور سائنس میں کبھی اتفاق نہیں ہو سکتا۔ بقول۔ اے۔ این وائٹ ہیڈ۔ تو مذہب کو سائنس کے لئے جگہ خالی کرنی پڑیگی یا سائنس مذہب کے مقابلہ پر فنا ہو جائیگا (ب)، رجال مذہب اور کتب مقدسہ کے حاملین نے سائنس کے ان ہی نظریات کو تسلیم کر لیا جن کی بنا پر یہ سارا طوفان کھڑا کیا گیا تھا۔ (ج) سائنس کی خاطر کتب مقدسہ میں تاویلیں کی گئیں اور سائنس کے خلاف جو باتیں نظر آئیں انھیں تمثیلی حقائق سے تعبیر کیا۔ اس کے بعد اعلان کر دیا گیا کہ توراۃ اور دیگر صحائف کی داستانیں افواہوں پر مبنی ہیں: تاریخی عنصر ان میں بہت کم ہے۔ متعدد صحائف کو جعلی اور بیشتر حصص کو الحاقی تسلیم کیا گیا۔

(۵) پوپوں۔ کلیساؤں اور محکمہ احتساب کی ظالمانہ اور جاہلانہ کارگزاریوں پر پردہ ڈالا گیا اور ندامت کے باعث حقائق کو چھپایا ان میں تاویلیں کرنے کی کوشش کی گئی۔

(۶) عدالتوں کے ظالمانہ فیصلوں نے ہزاروں کو محبوس زنداں بنایا اور پھر سائنس کی خاطر فیصلوں اور دلیلوں کا رُخ پھیر دیا گیا۔

اب بتاؤ کہ مندرجہ بالا دفعات میں سے کوئی دفعہ بھی اسلام کی طرف منسوب کی جا سکتی ہے؟ ان اموریں سے کسی ایک امر کے لئے بھی اسلام اور مسلمانوں کو ذمہ دار گردانا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر اس خیال کی غلطی خود بخود آشکارا ہو جاتی ہے کہ مذہب اور سائنس کے معرکہ میں اسلام بھی شریک ہے! رہا یہ سوال کہ سائنس کے بہت سے نظریات اسلامی عقائد و حقائق کے خلاف ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ نہیں ہیں اگر سائنس نام ہے واقعات اور مشاہدات کا جو حق اور یقین پر مبنی ہو تو ایک مسئلہ کا نام لو جو اسلام کے کسی مسئلہ سے متصادم ہوتا ہو۔ قرآن کریم کتاب فطرت ہے اور سائنس اس کا عملی تجربہ اور ظاہر ہے کہ تجربات و مشاہدات کا تصادم فطرت کے حقائق سے نہیں ہو سکتا۔